تعلیمات اسلامی کا اثر ہندوستان پر

(از مولوی محمد اقبال صاحب متعلم جماعت سابعہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت انبیاء سابقین کی طرح کسی مخصوص نسل انسانی یا کسی خاص قطعہ ارضی یا معین مدت کے ساتھ خاص نہ تھی بلکہ آپ کی بعثت تمام جہان اور ہمیشہ ہمیش کیلئے تھی آپ کا نور تمام عالم کو منور کرنیوالا تھا۔

آپ نے جب تبلیغ شروع کی تو چند نفوس قدسیہ نے (جو انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے تھے) آپ کا پیغام قبول کیا لیکن رفتہ رفتہ ۶ھ تک آپ کا پیغام عرب کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ تک پہنچ چکا تھا نیز اکثر قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے قریش کی علانیہ مخالفتوں اور منافقین و یہود مدینہ کی خفیہ ریشہ دوانیوں کے باوجود کثیر التعداد عربوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ کے ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ پر سر دھڑ کی بازی لگا دینے کیلئے تیار رہتے تھے۔ غزوہ بدر نیز اور تمام غزوات پر سرسری نظر ڈال جائیے آپ کو روز روشن کی طرح صاف معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ کرام کا یہ وصف جانبازی باوجود انتہائی بے سروسامانی اور قلت اسلحہ کے ان میں بطریق اکمل موجود تھا۔

صلح حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد جبکہ آپ کو اس بات کی کافی امید ہو چکی تھی کہ عرب میری دعوت اصلاح قبول کرلیگا اور رفتہ رفتہ یہ سب میرے حلقہ بگوش ہو جائیں گے تو آپ نے قریب کے دیگر غیر مسلم سلاطین کے نام دعوت نامے بھیجنے شروع کئے جن میں سے بعض کا انجام متوقع اور بہتر ثابت ہوا لیکن کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی اثناء میں آپکا انتقال ہو جاتا ہے جبکہ تمام عرب آپ کی دعوت قبول کر چکا تھا لیکن خارجی تبلیغ ابھی پوری نہ ہوئی تھی۔ آپ کے جانشین حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ جب داخلی فتنوں کو فرو کر چکتے ہیں تو انھیں اس چیز کا خیال آتا ہے۔ وہ حضرت عمرؓ کے مشورہ سے روم و ایران کی جانب حضرت خالد بن الولید اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی زیر قیادت دو لشکر روانہ کرتے ہیں۔ مسلمان نشہ اسلام سے سرشار اور جوش جہاد کے بے پناہ جذبہ سے معمور ہو کر جدھر جاتے ہیں کامیابی ان کے قدم چومتی نظر آتی۔ چند ہی سالوں میں وہ روم و ایران کی عظیم الشان اور بے مثال طاقت والی حکومتوں کے پرخچے اڑا دیتے اور تہس نہس کر دیتے ہیں۔ خلافت راشدہ کے بعد بھی (اگرچہ خلافت اسلامیہ پر زوال آجاتا ہے مسلمانوں میں وہ جوش ایمانی اور جذبہ جہاد نظر نہیں آتا) لیکن یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تھوڑی مدت میں دنیا کے اہم حصوں پر قابض ہو جاتے ہیں اور ان کا شہرہ تمام کرہ ارضی میں ہو جاتا ہے۔

مفتوحہ ممالک میں مسلمانوں سے قبل شخصی حکمرانی کا رواج تھا جسکے لوازم سے دیگر مفاسد کے علاوہ ظلم اور ناانصافی اور رعایا کی عزت و عصمت مال و متاع کی غیر مصئونی اور ضیاع بھی ہے۔ مسلمان ان کے لئے آیہ رحمت اور ابر کرم ثابت ہوتے ہیں اور شخصی فرمانروائی ظالمانہ و مستبدانہ حکومتوں کے ستائے ہوئے مظلوم اسلام کے سایہ امن و عافیت میں پناہ لیتے ہیں۔ مسلمان ان کے علاوہ جن ممالک میں فاتحانہ نہیں بلکہ تاجرانہ یا سیاحانہ طریقہ سے گئے اپنے فرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے غافل نہیں رہے جسکے نتیجہ کے طور پر انھیں وہاں بھی بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ ہاں ان مقامات پر مفتوحہ ممالک کی طرح کامیابی نہیں حاصل ہوئی

اور اکثریت اسلام سے دور ہی دور رہی لیکن اسلام کی عدیم النظیر قوت جاذبہ اور مادۂ کشش وہاں بھی اپنا ہمہ گیر اثر ڈالتی ہے اسلئے جو نوبیں اسلام قبول نہیں کرتیں وہ بھی اس کے ہمہ گیر اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتیں بلکہ بعض میں تو اسلام کا اتنا اثر ہوتا ہے اور وہ ان میں اسقدر تبدیلی وانقلاب پیدا کر دیتا ہے کہ ان کی اصلیت پہچاننی مشکل ہو جاتی ہے ۔

الغرض حضور صلعم کا پیغام قلیل عرصہ میں تمام عالم میں پھیل جاتا ہے ہر ملک میں آپ کے پیرو نظر آنے لگتے ہیں اور انھوں نے ان قوموں کے خیالات میں بھی تغیر پیدا کر دیا جو مسلمان نہیں ہوئی تھیں ۔ مسلمانوں ہی کی بدولت عیسائی دنیا ترقی کے مدارج اعلیٰ پر نظر آرہی ہے وہ آج اناولاغیری کا ڈنکا بجاتے میں بھی مسلمانوں ہی کی مرہون منت ہے ۔ آپ ہی کی تعلیمات کا اثر تھا کہ عیسائی دنیا میں ایک انقلاب انگیز حرکت شروع ہوئی اور پروٹسٹنٹ فرقہ پیدا ہوا جس میں ایک حد تک کافی اصلاح موجود ہے اور اس میں توحید کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے ۔

ہندوستان میں مسلمان اگرچہ خلافت راشدہ ہی کے زمانے میں آچکے تھے مگر وہ فاتحانہ حیثیت سے چوتھی صدی ہجری ہی میں آئے اور کم وبیش نوسو سال تک حکومت کی ۔ اسلام کی عرب اور مغربی ممالک میں کامیابی کو دیکھتے ہوئے یہ امر تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ اتنی صدیوں میں انھیں ہندوستان میں کوئی اہم کامیابی حاصل نہیں ہوئی ۔ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہاں کے مسلمان حکمراں حد سے زیادہ روادار و بردبار تھے ۔ انھوں نے تبلیغ اسلام کا کوئی انتظام نہیں کیا اور اس فریضہ سے ہمیشہ غافل رہے ۔ ان میں قرون اولیٰ کی طرح اسلامیت بھی نہ تھی علاوہ ازیں اسمیں ہندوؤں کی انفرادیت پسندی ۔ چھوت چھات اور مسلمانوں سے علیحدگی کے خیال کو دیکھتے ہوئے اگر ہم اور ممالک سے قطع نظر کرلیں تو اس کی یہ کامیابی بھی کم نہیں کیونکہ یہاں نہ تو تبلیغ کی کوئی منظم تحریک موجود تھی نہ ہی اس کیلئے باقاعدہ انجمنیں تھیں بلکہ یہ چیز صرف صوفیا اور اولیاء کی مرہون منت ہے ۔ جہاں جہاں اہل اللہ کا گذر ہو گیا آبادی کی آبادی مسلمان ہو گئی ۔ انہی نفوس قدسیہ کی برکت ہے کہ آج ہندوستان میں نو کروڑ کے قریب فرزندان توحید نظر آرہے ہیں ۔ اور ہندوؤں کی تہائی آبادی محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھ رہی ہے ۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان کی اکثریت نے اسلام کے سایۂ عاطفت میں پناہ نہیں لی اور اس سے دور دور رہنے کی کوشش کرتی رہی ۔ مگر یہ چیز کچھ کم حیرت انگیز نہیں کہ یہ اکثریت بھی خود کو اسلام کے ہمہ گیر اثر سے محفوظ نہیں رکھ سکی اور جسقدر تعلیم کی روشنی بڑھتی گئی اکثریت کو اس بات کا فزوں تر احساس ہوتا گیا کہ ہمارا مذہب ہمارے لئے کافی نہیں اگر ہم اسی حالت پر قانع رہے تو یا ہم بتدریج اسلام میں مدغم ہو جائیں گے ۔ یا ہمیں انتہائی پست ذلیل اور حقیر بنکر رہنا پڑیگا ۔ چنانچہ انھوں نے چن چن کر اسلام کی خوبیوں کا اقتباس کرنا شروع کر دیا اور انھیں اپنا بنانے لگ گئے اس طرح اصلاح کے نام سے وہ اسلام کے بہت زیادہ قریب ہو گئے ۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندو مذہب کا دائرہ بہت وسیع ہے ہر ہندی شخص ہندو کہلا سکتا ہے چاہے وہ آستک ہو یا ناستک یا کچھ اور اسکا دامن بہت کشادہ ہے یہانتک کہ مختلف اور متضاد اعتقاد رکھنے والوں کو بھی محیط ہے اسی لئے حکیم الامت علامہ اقبال مرحوم اسے اکال الامم کے لقب سے یاد کرتے ہیں یہاں بہت سی تہذیبیں آئیں اور اسی میں جذب ہو گئیں ۔ لیکن یہ خصوصیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ ہندو مذہب اسکے مقابلہ میں بالکل نہ رک سکا ۔ بلکہ اس قدر زیر اور اتنا متاثر ہوا کہ اپنی اصلیت ہی کھو بیٹھا ۔ مقدس مذہب اسلام نے اپنی انفرادیت قائم رکھتے ہوئے مذہبی حیثیت سے اس میں تین عظیم الشان انقلاب پیدا کئے

(۱) آریہ سماج (۲) برہمو سماج (۳) سکھ دہرم جنھیں دیکھکر ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ہندوستان میں قطعًا ناکامیاب نہیں رہا بلکہ اسے یہاں بھی عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی اور یہ خطہ بھی نبی امیؐ کے فیض سے محروم نہیں رہا آج ہم اس چیز کو ذرا وضاحت سے دکھلانے کی کوشش کرینگے کہ ہندو دنیا اسلام سے کسقدر متاثر ہوئی ہے اور زمانہ ماضی قریب اور موجودہ دور کے ہندو رہنما مصلحین نے کس قدر اسلام کی خوشہ چینی کی ہے۔ اور دین فطرت کی کشش انھیں کتنی تیزی سے اسلام کی طرف کھینچ رہی ہے۔ اس سے پیشتر کہ اسلام کے پیدا کردہ انقلابات کی توضیح کی جائے اور اسکے اثرات کو اجاگر کرکے دکھلایا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام دنیا کی حالت پر ایک نظر ڈال لی جائے تاکہ مفہوم اور مقصود کی وضاحت آسانی سے ہوسکے۔

(۱) اسلام سے پہلے دنیا نور ہدایت سے خالی تھی توحید کا تصور بھی نہ تھا ہزاروں اور لاکھوں معبود بنائے گئے تھے تمام کرۂ ارضی پرستاران رب واحد سے بالکل اسی طرح خالی ہوچکی تھی جس طرح ہتھیلی بال سے۔

(۲) بعثت نبوی سے قبل دنیا انسانیت کے حقیقی مفہوم سے قطعًا نا آشنا تھی۔ نسب۔ دین ومذہب۔ قبیلہ وخاندان ملک ووطن کے روابط بشری نہ ہونے کی صورت میں ایک دوسرے سے جنگ وجدال اور کشت وخون جائز تھا۔ صلہ وعطیہ۔ اخوت وہمدردی۔ رحم وکرم کے مستحق صرف وہ لوگ ہوسکتے تھے جو مذکورہ بالا اشیا میں ان سے مربوط ہوتے۔ ملک ووطن۔ دین ومذہب۔ زبان ورنگ کی ہم آہنگی کے باوجود نسب وخاندان کے اختلاف کی صورت میں وہ ان تمام بھلائیوں سے محروم رکھے جاتے تھے۔ ان کی حیثیت غلاموں سے کچھ ہی بڑھکر ہوتی تھی بلکہ بعض حالات میں تو وہ ان سے بھی بدتر حالات میں رہنے پر مجبور کئے جاتے تھے اور وہ انسانیت کے حقوق سے یکسر محروم کردئے گئے تھے۔ غرضکہ تمام کرہ زمین پر ملک ووطن قبیلہ وخاندان۔ نسل ورنگ۔ شعوب وقبائل کے طاغوتی بتوں کا تسلط تھا۔ اور کل عالم میں ان کی پرستش ہوتی تھی۔

(۳) اسکے علاوہ ان میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود تھا جو تمام روابط بشریہ ہرقسم کی یکسانیت وہم آہنگی کے باوجود اچھوت پنے کا ویسا ہی شکار تھا جیسا کہ ہند کے شودرویش یا عرب ودیگر ممالک میں غلام لونڈیاں تھیں سوسائٹی نے انھیں انسانی فضل وشرف سے محروم کرکے حیوانات میں شامل کردیا تھا انھیں پیدائش سے لیکر موت تک انسانوں کا غلام مجبور وبے دست وپا بناکر رکھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ "مہذب" یورپ کے بعض حصص میں بروایت "اخلاق یورپ" ایسے فرقے بھی موجود تھے جنکا عقیدہ تھا کہ "عورتیں ناپاک حیوان ہیں، ان کے اندر روح کا وجود بھی نہیں۔ تاہم ان پر عبادت اور خدمت ضروری ہے اونٹ اور کاٹنے والے کتے کی طرح ان کے منہ کو بند کردینا چاہئے تاکہ وہ ہنس اور بول نہ سکیں۔ کیونکہ عورتیں شیطان کی جان ہیں"۔ روم کی مجلس اعلیٰ نے بھی اس کو تسلیم کرلیا تھا۔ یونان میں ایک دفعہ خاص اسی لئے مجلس منعقد کی گئی تھی تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ عورت میں روح ہے یا نہیں اور بحث وتمحیص کے بعد ان میں روح کے وجود سے انکار کردیا گیا تھا۔

(۴) نجات اخروی اور تقرب خداوندی کے حصول کیلئے علائق دنیا سے مکمل آزادی ضروری تھی دینداری اور دنیاداری دو متبائن چیزیں تھیں جو کسی میں یکجا ہوہی نہیں سکتی تھیں۔

(۵) ہر مذہب نے علم کو صرف ایک طبقہ کے ساتھ خاص کردیا تھا یہودی اپنا علم کسی دوسرے کو بتلاتے ہی نہ تھے۔ ہندوں کا بخل علمی آشکارا اور شہرۂ آفاق ہے۔

(۶) دنیا اخلاقی حیثیت سے انتہائی پستی میں پڑ چکی تھی۔ شراب نوشی ہند قدیم سے سلف کا باعزت مشغلہ تھا۔ رامائن کے عہد زریں میں بھی اس کا رواج عام تھا اس کی رزمیہ نظموں میں بادہ نوشی کی بکثرت مثالیں اور حوالے ملتے ہیں اور بجا طور پہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عہد عتیق کی پاک اور پوتر رسم دیرینہ تھی۔

لیکن آفتاب اسلام کی ضیا باری نے ان تمام ظلمتوں کو نور سے بدل دیا ساری تاریکیاں کافور ہو گئیں۔ ہوائے یثربی نے ایک ہی جھونکے میں تمام عالم کے مشام جان کو معطر کر دیا توحید کا فراموش شدہ حیات افروز سبق محمد عربی ہی کی زبان سے دوبارہ زینت گوش بنا۔ آپ کا روحانی پیغام وہ فصل نو بہار ثابت ہوا کہ اس کی عطر بیزیاں دنیا کے گوشہ گوشہ میں دوش صبا کے ذریعہ قیامت تک پھیلتی رہیں گی۔ بتوں کی وقعت مٹ گئی۔ اصنام منہدم کر دیئے گئے۔ شرک کی دیوار متزلزل ہو گئی۔ بت پرستی کا سفینہ ڈانواڈول ہو گیا۔ رب واحد کی پرستش ہونے لگی۔ اکیلے اور واحد اللہ کو پوجا جانے لگا۔ ہر در و دیوار سے آواز اٹھنے لگی۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے توحید کا سبق دیکر اور تمام انسانوں کو ایک آدم کی اولاد بتلا کر تمام اصنام خیالی کے پرزے پرزے اڑا دیے۔ اس نے برتری کا معیار تقویٰ و پرہیزگاری کو قرار دیا نہ کہ وطن و ملک یا نسل و قبیلہ یا رنگ و روپ کو اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (خدا کا محبوب صرف متقی ہے) اور لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ اِلٰى آخِرِہٖ[1] اسی چیز کے مظہر ہیں اس نے سینوں کو اسقدر ابھارا کہ برتر و کمتر کے تمام امتیازات مٹ گئے۔ اس نے عورتوں کو اسقدر عزت دی کہ انھیں مختلف حالتوں میں "نور نظر" گھر کی "زینت" "چراغ خانہ" اور اندھیرے گھر کا اجالا بنا دیا۔ مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق سے نوازا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ[2] کا یہی مطلب ہے۔ اسنے ان کے انفرادی۔ منزلی اجتماعی اور سیاسی حقوق پر کوئی ناجائز و نامناسب پابندی نہیں کی اسنے عورت کو وہ حقوق دیے جنھیں موجودہ دور کی مہذب و ترقی یافتہ عورت کوشش بسیار کے بعد بھی نہ حاصل کر سکی۔ اس نے رہبانیت سے بالکل روک دیا اور بتلا دیا کہ دنیا میں رہ کر بیوی بچوں سے ملکر لذائذ دنیا سے بہرہ اندوز ہو کر۔ خواہشات انسانی کو حاصل کر کے بھی خدا کا تقرب اس کی خوشی۔ اور نجات اخروی مل سکتی ہے اس کے نزدیک علائق دنیا تقرب خداوندی سے مانع نہیں۔ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ اسلام میں رہبانیت جائز نہیں۔ اور قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ پ ۸ ع ۱۱) کہدو (اے محمد) کہ اللہ نے جو اپنے بندوں کی زینت اور حلال روزی کی چیزیں پیدا کی ہیں ان کو کس نے ان پر حرام کر دیا) ۔ سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ اسلام نے علم اور علماء کی زبردست حمایت کی۔ لوگوں کو اس کیلئے ابھارا۔ اس نے علم کو کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ ہر ایک شخص کیلئے اس کا دروازہ کھولدیا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہر قسم کے طالب علم موجود تھے جنھوں نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ نے جنگ بدر کے نادار قیدیوں کا فدیہ یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ مدینے کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھا کر آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک مشہور حدیث ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ۔ اگرچہ اس کا شمار موضوعات میں ہوتا ہے لیکن اس سے وہ ذہنیت پوری طرح سمجھ میں آسکتی ہے جو اسلام کے بعد عربوں میں پیدا ہو گئی تھی۔

ان مختصر اشارات اور مقدمات کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آگے بڑھئے اور دیکھئے کہ نبی امی فداہ ابی و امی کی تعلیم نے ظلمتکدۂ ہند کو کس طرح روشن کیا اور رحمت عالم کے ابر کرم کی ترشح نے اس بے برگ و بار اور شور زمین پر کیسے گل و بوٹے کھلائے ہیں۔

[1] کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ۱۲ [2] عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر ۱۲

(۱) آریہ سماج

ہندوؤں میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ اور ترقی پذیر جماعت یہی ہے اس کے بانی پنڈت سوامی دیانند سرسوتی تھے جو اسلامی تعلیمات اور عربی زبان سے آشنا تھے انکا دور وہی ہے جبکہ انگریز ہندوستان پر آہستہ آہستہ قبضہ جما رہے تھے اور انگریزی تعلیم عام ہو رہی تھی۔ سب سے پہلے ہندو ہی اس طرف متوجہ ہوئے اور انھیں میں اس تعلیم کا رواج ہوا اسلامی تعلیمات اور جدید دنیا سے واقفیت اور علم کی روشنی نے تعلیم یافتہ طبقہ میں بتوں اور مورتیوں سے نفرت کا ایک عام جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ پنڈت جی نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھکر فائدہ اٹھانا چاہا اور تمام ہندوستان میں توحید کا پرچار کرنا اور بتوں اور مورتیوں کی پوجا سے برگشتہ کرنا شروع کر دیا۔ اسی مقصد سے انھوں نے تمام ہندوستان کا دورہ بھی کیا تھا۔ اگرچہ اس آواز کے بازگشت کے طور پر انپر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا (جسمیں انھیں ایک لاہوری مسلمان نے بچایا تھا) عام ہندوؤں نے اسکو بہت بری نظر سے دیکھا اور اس تحریک سے نفرت و بیزاری کا اظہار بھی کیا کیونکہ ان میں تعلیم نہ تھی اور طبیعتیں ابھی تک بدستور جمود و خمود کی طرف مائل تھیں لیکن پنڈت جی نے ان کی کچھ پروا نہ کی۔ اور برابر ہمت سے کام کرتے رہے تعلیم جدید نے ایسے افراد بھی پیدا کر دیئے تھے جنھیں اپنے مذہب کی کمزوری کا احساس بخوبی تھا اور ”جو یہ سمجھ چکے تھے کہ ہمارا مذہب ہمارے لئے کافی نہیں ہے اگر ہم اسی حالت پر قائم رہے تو یا تو بہت جلد فنا ہو جائینگے یا ہمیں انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ رہنا پڑیگا“ چنانچہ انھوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور بہت کچھ مدد کی پنڈت جی نے چند دنوں کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد اپنے متبعین کی کافی تعداد پیدا کر لی تھی۔ انھوں نے صرف یہی نہیں کہ سب سے بڑے اعتقادی مسئلہ اور تمام عقائد کی بنیاد (توحید) کو اسلام سے مستعار لیا تھا بلکہ اس وقت سے لیکر اب تک برابر کتر بیونت جاری ہے اور بہت سی چیزیں اصلاح کے نام پر لی جا رہی ہیں اسلام مرتب اور منظم شکل میں آج بھی ”بنا بنایا ہوا“ ہے مگر عمل کیلئے اس کے ایک ایک رکن کی طرف بیتابی جاری ہے اس کے ایک ایک جزو کی طرف التفات و رغبت ہے چھوت چھات کو ہندوؤں کی زندگی کا رکن سمجھ لیجئے۔ ذات پات کی سختیاں معاذ اللہ کس درجہ کی تھیں! ایک کے ہاتھ کا چھوا ہوا پانی دوسرے کیلئے ناپاک۔ اس کا سایہ بھی بھرشٹ کرنے کیلئے کافی۔ لیکن رحمت عالم کا اعجاز دیکھئے کہ آج ہندوؤں کے بڑے بڑے پنڈت اور پروہت خود ہی ذات پات کے بندھن توڑکر درن آشرم کے خلاف بغاوت کر کے اسلام کی سطح مساوات و اخوت کی طرف دوڑے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔

میں شروع ہی میں کہدوں کہ باب میراث میں ہندو اور مسلمان عورتوں کے مرتبہ میں ایک اصولی فرق ہے۔ اسلامی شریعت میں عورت مرد کے ساتھ میراث کے ایک بڑے حصہ میں شریک ہے یعنی لڑکوں کے ۲/۳ حصہ کے ساتھ لڑکیوں کا ۱/۳ حصہ ہے اس کے برعکس ہندو قانون میں لڑکے کی موجودگی میں عورت کو کوئی حق میراث قطعاً پہنچتا ہی نہیں۔ جب سرے سے اولاد نرینہ کا وجود ہی نہ ہو تب البتہ بیوہ یا لڑکی کو میراث پہنچ سکتی ہے جب بھی صرف حین حیات گذارہ کے طور پر عورت اپنے حصہ کی مالک اور متصرف ہو ہی نہیں سکتی بجز (استری دھن) کی صورت کے۔

شریعت اسلام میں عورت کے ساتھ میراث کے باب میں بڑے انصاف سے کام لیا گیا ہے اور اس کی حیثیت معتبر تسلیم کر لی گئی ہے اور مسلمان عورت کم از کم اس بارے میں تو اپنی ہندو دلہن سے زیادہ خوش نصیب ہے۔“ (لیڈر ۲ر جنوری ۳۸ء)

یہ پنڈت کشن پرشاد کول برسروینٹس آف انڈیا سوسائٹی کے ایک مضمون کا اقتباس ہے اسی کے ساتھ حسب ذیل تقاریر کو بھی ملا لیجئے

تو نتیجہ نکالنے میں آسانی ہوگی۔

"وقت آگیا ہے کہ ہندو سوسائٹی قانونی حالات میں اپنے طبقہ نسواں کے ساتھ عدل کرنا سیکھے ہندو قانون نہ صرف مسئلہ وراثت میں بلکہ بہت سے دوسرے مسائل میں اسلامی اور مسیحی قوانین سے بہت تر ہے اور عورت کے حق میں نامنصفانہ اور غیر منصفانہ اعتبار سے کچھ بڑھ کر ہے۔" (سر تیج بہادر سپرو کی تقریر ہندوؤں کی سوشل کانفرنس منعقدہ ۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء)

"ہندو قانون نے جائداد کے باب میں عورتوں کو انکے حقوق سے محروم کر رکھا ہے اور معاشی حیثیت سے انھیں مردوں کا دائمی غلام بنا دیا ہے معمولی معمولی ضرورتوں میں بھی ہندو عورت اپنی پیدائش سے موت تک سرتاسر مرد ہی کی محکوم رہتی ہے اور اس کا اثر سیرت و اخلاق چہ درجہ افسوسناک پڑ رہا ہے" (تقریر پنڈت اقبال نرائن گرٹو ایم اے در کانفرنس مذکور)۔

اس کانفرنس کا ایک ریزولیوشن بھی ملاحظہ فرما لیجئے "اس کانفرنس کی رائے میں ہندو قانون وراثت کی ایسی ترمیم ضروری ہے جس سے عورتوں کا حق جائداد میں تسلیم ہو جائے۔ جس حق سے وہ اب تک محروم ہیں" غرضکہ اسی مضمون کی تقریریں اس کے قبل اور اس کے بعد خدا معلوم کتنی ہندو لیڈروں کی زبان سے ہو چکی ہیں، اسی مفہوم کی تحریریں خدا معلوم کتنی، ہندو اہل قلم کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ بیٹی کو باپ کی سنگدلی سے۔ بہن کو بھائی کے زور و ظلم سے۔ بیوی کو شوہر کی بیدردی سے۔ ماں کو بیٹے کی شقاوت سے جو کچھ سہنا پڑا سال دو سال نہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس سے سہنا پڑ رہا ہے۔ آخر اس پر خود ظالموں اور سنگدلوں کا دل بھی پگھل چلا۔ اور نظریں للچا کر بالآخر اسلام کے سرسبز و شاداب گلشن ہی کی طرف اٹھیں۔ اور بھیک محمد عربی (بابا ہ) کے ہی دروازہ غریب نواز سے ملی صرف میراث ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ نکاح۔ خلع۔ طلاق۔ تعداد ازدواج۔ حرمت سود۔ حرمت شراب۔ وغیرہ کتنے ہی مسائل اجتماعی زندگی سے متعلق ایسے ہیں جن میں شریعت اسلامی کی افضلیت و جامعیت کا اعتراف بارہا غیر مسلم قوموں کے سخت ترین منکرین کر چکے ہیں اور آریہ سماجی کسی نہ کسی عنوان سے اس کیلئے گنجائش نکالنے پر اپنے آپ کو مجبور پا رہے ہیں

طلاق۔ کہنا چاہئے کہ ابھی کل تک خالص اسلامی مسئلہ تھا مسیحیوں اور سناتن دھرمیوں۔ آریہ سماجیوں غرضکہ سب کی طرف سے ہدف اعتراض تھا لیکن اب سب کے سب اپنے اپنے ہاں جواز طلاق کی مختلف صورتیں نکال رہے اور پارلیمنٹ۔ اسمبلی۔ کونسل کے ذریعہ ہر جگہ قانون میں ترمیم کرا رہے ہیں۔ نیز تعداد ازدواج کیلئے بھی کسی نہ کسی عنوان سے گنجائش نکالنے پر اپنے آپ کو مجبور پا رہے ہیں

ودھوا بواہ (نکاح بیوگان) کا نام بھی اب سے چند سال پیشتر سننا محال تھا اور ہندو عورت بیوگی کے بعد (چاہے یہ مصیبت اس غریب پر شوہر کے گھر جانے سے پیشتر ہی آپڑے) ہمیشہ کیلئے مجرد رہنے پر مجبور کی جاتی تھی اور اس کیلئے عقد ثانی قطعاً حرام تھا مگر اب ان سب میں ترمیم ہو چکی ہے اور دستگیری انہی نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمائی ہے۔

صغرسنی کی شادی کا صرف رواج ہی نہیں تھا بلکہ مستحب اور مستحسن اور بعض حالات میں ضروری سمجھا جاتا تھا اس کی روک تھام کیلئے سب سے پہلے شاردا ایکٹ پاس ہوا مگر وہ بھی غیر اطمینان بخش ثابت ہوا تو گذشتہ سال مسٹر بی داس ممبر اسمبلی نے اس کو اور بھی سخت تر کرنے کیلئے ترمیم پیش کی اور اسے بھی پاس کرا لیا۔ بچارا مسٹر بجوڑیا اور دلی کے ہندو رویا کئے نگران غریبوں کی کون سنتا تھا وہاں تو اپنے مذہب میں خامی اور کمی نظر آرہی تھی جس کا بدل ان بیچاروں کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ (اگرچہ مکمل نقل نہ ہونے کی وجہ سے اس میں بھی خامی رہ گئی ہے کیونکہ اسلام نے صغرسنی کی شادی کی اجازت دیکر خیار بلوغ کا حق بھی دیدیا تاکہ مفاسد مکمل طور پر ختم ہو جائیں

اور یہی راہ حق اور طریق اعتدال ہے)۔

ابھی کل تک ہمارے اور آپ کے دل ودماغ سود سے مرعوب تھے اور بڑے بڑے روشن خیال "جواز سود" پر رسالے لکھ رہے تھے اور علمار کبار تک نظر ثانی کرنے کیلئے تیار تھے مگر دنیا دیکھ رہی ہے کہ آج ہر ملک شرح سود کی لعنت سے چیخ اٹھا ہے اور "تحریم سود نہ سہی" تحدید سود ہی کیلئے سرگرم قانونی کوششوں میں مصروف ہے (دیکھئے مدراس ویوپی وغیرہ اسمبلیوں کے قوانین قرضہ)

محکمہ آبکاری ابھی کل تک امریکہ کی ولایت سے لیکر ہندوستان کے صوبجات تک ہر حکومت کے محاصل سرکاری کا ایک اہم ذریعہ تھا لیکن آج یہ واقعہ ہے کہ غیر مسلم حکومت اپنے نظام نامہ اصلاح کی پہلی دفعہ بندش شراب ہی کو بنا رہی ہے اور اسی پر فخر کرتی ہے (دیکھئے کانگریسی صوبوں۔ یوپی۔ بمبئی۔ مدراس۔ بہار۔ اڑلیسہ۔ وغیرہ کے کارناموں کی فہرست)

ان تمام اجتماعی اور اعتقادی قوانین اور دساتیر میں ترمیم پہ ترمیم نبی امی ہی کے قانون کے ماتحت ہو رہی ہے اور اب تو نماز جمعہ اور نعرۂ تکبیر تک کی بھیک اسی سلطان بوریہ نشین سے مانگی جا رہی ہے۔ (دیکھئے ۱۹۳۶ء میں لاہور کے ایک اہم جلسہ کا ریزولیوشن۔ اور جنوری سال رواں کے لیڈر الہ آباد کو)

ہندوؤں کے تمام وید۔ شاستر۔ اور قوانین منو اٹھا کر دیکھ جائیے اور نظر گڑا گڑا کر گھور گھور کر دیکھ لیجئے اگر آپ کو مذکورہ بالا اشیا سے مایوسی ہو" اور ضرور ہوگی" اگر ان چیزوں کا کہیں پتہ نہ چلے اور ناامیدی ہو جائے تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قانون میں ایک ایک لفظ اور ایک ایک نقطہ ملاحظہ کر لیجئے۔ ان سب چیزوں کے علاوہ سب سے بڑا اثر اسلام کا ہندو مذہب پر یہ ہوا کہ وہ اسی کی بدولت تبلیغی مذہب بن گیا ہندوؤں کے یہاں تبلیغ کا کوئی حکم نہیں بلکہ اس کی ایک ناقص صورت پرائشچت کے نام سے پائی جاتی ہے مگر اسکا مقصد غیر ہندو کو ہندو بنانا نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ گناہگار ہندو مخصوص رسوم ادا کر کے گناہ سے پاک ہو جائیں۔ انکی تمام قدیم تاریخ میں غیر ہندو کو ہندو بنانے کی کوئی مثال نہیں۔ آریہ سماج کے لیڈروں نے جب دیکھا کہ مسلمان ہندوستان میں چند ہزار کی تعداد میں آئے تھے لیکن انھوں نے اپنے ہمہ گیر اثر سے کروڑوں ہندوؤں کو مسلمان بنا لیا اور چوتھائی ملک پر قابض ہو گئے ہیں تو انھیں خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں تھوڑے ہی دنوں میں وہ بالکل فنا نہ ہو جائیں اور مسلمان تمام ہندوستان پر آہستہ آہستہ قابض نہ ہو جائیں چنانچہ تبلیغ کے مقابلہ میں شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کی گئیں اور غیر ہندوؤں کو ہندو بنانے کا آوازہ کانوں میں پڑنے لگا۔

مگر افسوس کہ اس جماعت کا رویہ داعی اسلام۔ اسلام۔ اور مسلمانوں کے بارے میں ہمیشہ انتہائی دل آزار نامناسب۔ اور افسوسناک رہا ہے۔ سوامی دیانند پنڈت لیکھرام۔ پنڈت شردھانند وغیرہ کی دریدہ دہنی عالم آشکار ہے ان کے بارے میں انکا طرز تکلم بالکل بازاریوں کی طرح ہے ان کی کتابیں اسلام پر لچر پوچ اعتراضات سے پر ہیں۔

برھمو سماج اس مذہب کے بانی کلکتہ کے ایک روشن خیال تعلیم یافتہ فاضل راجہ رام موہن رائے نامی ہیں۔ راجہ صاحب عربی زبان کے ماہر تھے علوم مشرقیہ پر کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ فارسی میں سب سے پہلے انھوں نے ہی کلکتہ سے اخبار نکالا اسلامی تعلیمات سے بخوبی واقف تھے وہ بہت ہی وسیع النظر اور مدبر انسان تھے انھوں نے ہندوؤں کے عقائد میں بعض بہت اہم تبدیلیاں کیں انھوں نے بتلایا کہ تمام قوموں اور ملکوں میں انبیاء اور رشی ومنی گذرے ہیں جو کہ سب اصول میں متفق تھے اور سبھوں کا پیغام بھی ایک ہی تھا برخلاف انکے ہندوؤں میں یہ وسعت خیالی قطعاً معدوم ہے عام ہندوؤں کے نزدیک ہندو مذہب ہی تمام صداقتوں کا سرچشمہ ہے

اس کے علاوہ جتنے مذاہب گذرے اور انبیا آئے سب باطل اور مفتری وکذاب تھے۔ خداوند تعالی نے ابتدائے آفرینش میں صرف اسی مذہب کو الہام سے مشرف فرمایا تھا اور دنیا کی تمام مخلوق کو اس نعمت سے محروم رکھا تھا لیکن راجہ صاحب نے ان کے ان خیالات کی پرزور تردید کی اور انکی غلطی کو واضح کیا۔ جس کی وجہ سے انکے متبعین میں ایک حد تک کافی وسعت خیالی پیدا ہوگئی۔ ان کے دلوں سے دیگر مذاہب سے تنفر جاتا رہا۔ ان کے ہم خیال لوگ عام طور پر تمام بانیان مذاہب کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم میلاد کی مجالس میں بھی شرکت کرتے ہیں .... انھوں نے ہندوں میں معاشرتی اور اجتماعی اصلاح کی بھی کافی کوشش کی ہے چھوت چھات کے خلاف موثر تحریکیں جاری کیں۔ ہریجنوں کیلئے مندروں کے دروازے کھلوا دیئے۔

. . . .

. . . .

راجہ صاحب کا سب سے زیادہ اثر گاندھی جی پر پڑا ہے گاندھی جی کا مذہب وہی ہے جو رام موہن رائے کا تھا گاندھی جی انکے بڑے معتقد ہیں اور ان کی مشن کو ترقی دینا ہی انکی زندگی کا مقصد ہے۔ واردھا کی تعلیمی اسکیم میں بھی انھوں نے تمام مذاہب کی تعلیم کو نکال کر رام موہن رائے کی تعلیم اور انکے نظریہ حیات وفلسفۂ زندگی کو اختیار کیا ہے (اور اس اسکیم کا سب سے بڑا نقص یہی ہے جس کی وجہ سے اسے ناقابل قبول بتلایا جا رہا ہے۔)

سکھ دہرم

ہندوستان میں تعلیمات اسلامیہ سے متاثر ہو کر اہم اور بڑا انقلاب سکھ دہرم کے نام سے رونما ہوا اس مذہب کے بانی گرونانک صاحب تھے جو کبیر صاحب کے شاگرد تھے انکے گرو کبیر پر بھی اسلامی تعلیمات کا اثر تھا لیکن ان سے کم۔ یہ صرف تعلیمات اسلامیہ سے بخوبی واقف وعالم ہی نہیں بلکہ ان پر عامل بھی تھے اور نہایت مرنجان مرنج صدر درجہ صوفی اور بے نفس تھے یہ اسلامی تعلیمات سے اسقدر متاثر تھے کہ آج تک ایسے لوگ ہیں جو انھیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں ان کے بعض اقوال بھی اسی قسم کے ملتے ہیں۔

چنانچہ عقیدہ توحید اور اقرار رسالت کے متعلق فرماتے ہیں۔

پاک پڑھو سی کلمہ رب وا محمد نام ملائیے (جنم ساکھی بھائی بالا ۱۲۰؁) فرماتے ہیں کہ صرف ایک خدا کا جو تمام لوگوں کا پالنے والا ہے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیئے لیکن صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کلمہ محمد الرسول اللہ بھی ملانا ضروری ہے۔ بغیر اس کے صرف لا الہ الا اللہ کام نہ دیگا۔ اس عبارت پر غور فرمائیے صاف توحید ورسالت کا اقرار معلوم ہوتا ہے ایک اور جگہ فرماتے ہیں ۵

کلمہ آکھیاں اوگن ہووے گناہوں پاک
آگے لے گناہ پھر بہشتوں ملے طلاق
(جنم ساکھی بھائی ۱۴۵؁)

فرماتے ہیں کہ انسان جب دل کی گہرائیوں سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتا ہے اسی وقت تمام گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (حدیث اَلْاِسْلَامُ یَہْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَہٗ بھی اسی کی مظہر ہے) پھر فرماتے ہیں کہ اگر کلمہ پڑھتے ہوئے بھی گناہ کرے تو جہنم سے چھٹکارا نہیں۔

ـــ۵ اسلام [illegible] ۱۲۰

رسول اللہ صلعم کی ختم رسالت کے متعلق بھی صاف طور پر اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ختم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

لے آیا پیغمبری سید ختم رسولؐ ۔ نام محمد مصطفےٰؐ درگاہ وچہ قبول ۔

گرونانک صاحب کے ان اقوال زریں سے روشن ہوگیا کہ وہ صرف ایک خدا مانتے تھے شرک کو موجب دخول جہنم جانتے تھے۔ نیز یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور آخری نبی بھی مانتے تھے۔ اور دل سے ان کے شیدائی تھے۔ عقیدۂ توحید و رسالت کے معلوم کر لینے کے بعد اب قرآن حکیم کے متعلق ان کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں ؎

توریت انجیل زبور پڑھ سن ڈٹھے وید　　　تیرے کوٹا بھالیاں تیرے سودھے بید

یعنی تمام مذاہب کا ہم نے مطالعہ کیا۔ تینوں مذہب کی تعلیمات پر غور کیا توریت انجیل زبور کو غور سے پڑھا اور سنا لیکن آخر کیا ہوا!

مطلب دو ہاں نہ سمجھیا ہندو مسلمان　　　رہی قرآں کتب ہی کلجگ میں پردھان

نتیجہ یہی نکلا کہ ہمارے ماننے اور عمل کرنے کے لائق صرف قرآن مجید ہی ہے لیکن ہندو مسلمان دونوں کے دونوں ملے نہ سمجھے ہندو تو اس لئے کہ بیجا تعصب میں آکر انھوں نے پس پشت ڈال دیا۔ اور مسلمان کا نہ سمجھنا یہ ہے کہ انھوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ گرونانک نجات کا راستہ قرآن ہی پر عمل کرنے کو بتلاتے تھے۔ نیز آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ انھوں نے قدمبوسی آستانہ نبوت اور شرف زیارت خانہ کعبہ بھی حاصل کیا تھا جسے تمام سکھ دنیا بھی مانتی ہے۔

عقیدۂ توحید و رسالت اور حج کے بعد نماز کے متعلق بھی ان کے اقوال سنئے ؎

تھوڑا کہتا کھڈیا ہتھو ہتھ گویں۔　　　لعنت بر سر تہاں جو ترک نماز کریں

یعنی جو لوگ نماز چھوڑتے ہیں ان پر لعنت ہو اُن کے تمام اعمال بغیر نماز پڑھے ہوئے رائیگاں اور ضائع ہیں۔ ایک اور بزرگ باوا فرید نامی تھے جو گرو صاحب کے ہم عصر تھے وہ اپنے کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں ؎

اٹھ فریدا جو سادھ پنج نماز گذار　　　جو سر سائیں نہ نیویں سو سر کپ اتار

کئی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں　　　جو سر سائیں نہ نیویں سو سر کیجے کائیں　　　(آدگرنتھ ص۱۳۷۸)

یعنی اے فرید اٹھ اور وضو کرکے (اسلام کی بتائی ہوئی) پانچوں نمازیں ادا کر کیونکہ جو سر رب العزت کے سامنے نہیں جھکتا وہ اس لائق ہے کہ اسے تلوار سے قلم کر دیا جائے اور آگ کی بھٹی میں بھون دیا جائے۔ اس سے ان بزرگ کے دل میں نماز کی جو وقعت تھی صاف عیاں ہے ہی نہیں بلکہ گرو صاحب خود اپنی زبان سے اذان بھی دیا کرتے تھے۔ جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۶۲ میں مرقوم ہے تاں سری گورو نے اُچی سرنال بانگ دتی۔ یعنی سری گورو جی نے بلند آواز سے اذان کہی۔

ان اقوال اور حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ سکھ دھرم میں اسلام نے بہت اہم انقلابات پیدا کئے اور ان کے ریفارمر اور مصلحین تمام کے تمام اسلامی اثر سے متاثر تھے اگرچہ اب تعصب بڑھ رہا ہے۔ یہ تو اسلام کے پیدا کردہ اہم انقلابات کا مختصر خاکہ تھا ان کے علاوہ بھی جتنے ہندو مصلحین و ریفارمروں کو اہمیت حاصل ہے وہ سب بھی اسلام کے اثر سے متاثر اور اس کے انقلاب سے منقلب تھے۔ مثلاً

رامانند جو تیرہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا تھا یہ چھوت چھات کا بہت بڑا مخالف تھا یہ چھوٹی قوموں کو بھی نصیحت کرتا

[illegible]

[redacted]

تھا اس کا قول تھا کہ نجات حاصل کرنے میں قومیت کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈال سکتی۔ ان کے چیلوں میں چھوٹی قوموں کے لوگ بھی تھے اور وہ ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا تھا جیسے اعلیٰ قوموں کے ساتھ۔

کبیر ۔ سوامی رامانند کے شاگردوں میں سب سے مشہور کبیر ہوئے ہیں یہ بڑے خدا پرست اور زاہد تھے ان کا قول تھا سچا مذہب صرف ایک خدا کی پرستش سکھاتا ہے وہ ذات پات کی تفریق کو بیکار اور فضول سمجھتے تھے۔ خدا تک پہنچنے کیلئے دنیا کو ترک کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

بلبھہ آچاریہ ۔ یہ ۱۴۷۹ء کے قریب پیدا ہوئے تھے ان کا قول یہی تھا کہ رہبانیت۔ فاقہ کشی۔ اور جسم کو قسم قسم کی تکلیف پہنچانا وشنو کو خوش کرنے کے وسیلے نہیں ہیں اچھی غذا کھاتے، اچھا کپڑا پہنتے، آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے ہوئے بھی انسان خدا کو خوش رکھ سکتا ہے اسی طرح سے تمام ہندو ریفارمر تعلیمات اسلامی سے سرتاسر متاثر تھے۔

الغرض اسلام سے بیشتر ہندو یکسر ضلالت و گمراہی میں تھے اور رسوم و رواج، ذات پات کی جکڑ بندیوں میں مبتلا تھے اسلام سے پہلے یہاں کسی ہندو ریفارمر کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن جب مسلمان آئے تو ہندوؤں کو اپنی کمزوری کا احساس ہوا اور مختلف مصلحین اور ریفارمر پیدا ہوئے۔ مگر حالات ناسا عد ہونے کی وجہ سے انھیں زیادہ کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ انگریزی تعلیم اور جدید دنیا سے واقفیت حاصل کرتے ہی انھیں اس چیز کا احساس فزوں تر ہوتا گیا اور اس دور کے مصلحین کو کامیابی نصیب ہوئی کیونکہ حالات مساعد تھے ہر قسم کی آسانیاں اور سہولتیں میسر تھیں۔

مضمون کافی طویل ہو چکا ہے حالانکہ ہم نے ابھی تک صرف اعتقادیات اور اجتماعی و معاشرتی حالات ہی پر مختصراً بحث کی ہے ضرورت تھی کہ تہذیب و تمدن کے تمام شعبوں کا تجزیہ کر کے ایک ایک چیز کو اجاگر کیا جاتا لیکن عدیم الفرصتی اور "محدث" کے صفحات کی قلت مانع ہے اسلئے ہم چند ہندو سکھ مبصرین و مفکرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنے اس مضمون کو ختم کر دینگے۔ (جن میں یہ بحثیں بھی ضمناً آگئی ہیں) اور اگر موقعہ ملا تو پھر کبھی مفصل روشنی ڈالیں گے انشاء اللہ

پروفیسر ایشوری پرشاد ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ لکھتے ہیں "مسلمان دوسرے اور غیر ممالک کے باشندوں کی طرح ہندوستان کے باشندوں میں جذب نہیں ہوئے ان کی تہذیب کا ہندو قوم پر بہت اثر پڑا۔ مسلمانوں کے مذہب اور ان کی تہذیب کا ہندو مذہب پر گہرا اثر پڑا۔ مسلمانوں کے آنے سے ہندوستان میں ایک نئے لٹریچر کا ظہور ہوا۔ فارسی میں امیر خسرو نے اپنی جودت طبع کے جوہر دکھائے (تاریخ ہند صفحہ ۱۲۸) مورخ بھی بہت ہوئے ہندی لٹریچروں کو بھی کافی ترقی ہوئی۔ سنسکرت میں بھی کتابیں لکھی گئیں۔ (تاریخ ہند صفحہ ۱۳۱-۳۲)

شہرۂ آفاق انقلابی لیڈر مسٹر ایم این رائے جو روس کے پہلے اشتراکی آمر لینن کی پارٹی کے سکریٹری رہ چکے ہیں اور پچھلے سال چھ برس کی طویل قید کاٹ کر رہا ہوئے ہیں اپنی کتاب "اسلام کی تاریخی عظمت" میں لکھتے ہیں "اگرچہ اسلام کے اصلی خد و خال پر رجعت پرستی اور تنگ خیالی کا پردہ پڑ گیا تھا۔ پھر بھی اسلام نے ہندو سماج پر بیحد انقلاب آفریں اثر کیا۔ مسلمان حکمراں اپنی سلطنت کو تلوار کے زور سے اتنا مستحکم نہ کر سکتے تھے جتنا کہ اسلام کے قوانین کی فضیلت اور برتری نے کیا" آگے چلکر مسٹر ایم۔ این رائے ایک انگریز مسٹر ہاول (جو برہمن قانون کا ثناخواں اور ہندو تہذیب کا بہت بڑا مداح اور انڈو یورپین کلچر کے قصیدہ خواں ہونیکی وجہ سے

اسلامی تہذیب کا سخت مخالف ہے اور اس کا ذکر ہمیشہ متعصبانہ لہجہ میں کرتا ہے) کے حسب ذیل خیال (شودر مسلمان ہو کر برہمنوں کے پنجے سے آزاد ہوگئے اور برہمنوں کے آقا بن گئے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی طرح اسلام نے ذہنی قوتوں میں ہیجان پیدا کیا اور اعلیٰ خیالات کو تحریک ہوئی اور بہت سے قابل افراد کو ہندوستان کی سرزمین نے پیدا کئے اور بعض تو اپنی ذہانت اور راتیج میں بے مثل ہوئے ہیں نشاۃ ثانیہ کی طرح اس میں بھی شہری زندگی اور تمدنی حضارت کی طرف رغبت تھی اس لئے شودروں نے اپنے گاؤں کو خیرباد کہکر شہروں میں گھر بنائے) کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ متذکرہ صدر بیان میں صرف ایک بات کا اضافہ کرتا ہوں کہ کبیر بھگت۔ گرونانک۔ سنت تکارام۔ اور دوسرے بزرگ جنھوں نے برہمنوں کی قدامت پرستی کے خلاف جہاد کیا ہے ان پر اسلامی تہذیب کا کافی اثر تھا۔ اگر حقائق سے اعراض نہ کیا جائے اور انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے کلچر اور تہذیب پر ہندوؤں کو حقارت سے ناک بھوں چڑھانا زیب نہیں دیتا اس سے تاریخ کی تحقیر ہوتی ہے اور ہمارے سیاسی مستقبل کو دھکا لگتا ہے۔ مسلمانوں سے سیکھ کر یورپ اس وقت موجودہ تہذیب کا قائد اور علوم وفنون کے خزانے کا مالک ہے۔ اور آج بھی اس تہذیب کے ہونہار فرزند اپنے محسن۔ اسلام کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے محجوب نہیں ہوتے (ہندوستان میں) عام بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور وقت ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں ملکر انسانی تاریخ کے ان قیمتی اوراق سے زندگی حاصل کریں۔ اسلام نے دنیا کی تہذیب اور تمدن میں بیش بہا اضافہ کیا ہے اس کی تاریخی عظمت اور اس کے تمدن کی فضیلت کی صحیح جانچ پڑتال ہندوؤں میں بصیرت پیدا کرے گی۔ اور اسکے ساتھ ہی مسلمانوں کو انکے مذہب کی اصلی روح نظر آجائیگی۔ جس سے انکی تنگ نظری کا علاج ہو جائیگا۔ اور اس طرح ہندو جان لیں گے کہ اسلام کتنے بلند تمدن کا حامل ہے اور مسلمانوں کو پتہ چل جائیگا کہ وہ اس سے کتنے دور ہیں (احسان سنڈے ایڈیشن ۲۷ ؍ مارچ ۳۹ء)

ہندوستان کی شہرۂ آفاق انگریزی شاعرہ وادیبہ بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو ممبر کانگریس ورکنگ کمیٹی وسابق صدر انڈین نیشنل کانگریس اپنے ایک بیان میں فرماتی ہیں " عربوں نے صرف ملک کی زمینیں فتح نہیں کیں بلکہ دل ودماغ فتح کئے انھوں نے قوموں کے لٹریچر اور خیالات کو متاثر کیا ہمارے (اہل ہنود) کے وہم وخیال کو حقیقت کا جامہ مسلمانوں نے پہنایا۔ ہمارے افکار وتخیلات میں حرکت اور جان انھوں نے ڈالی، مسلمانوں نے دنیا میں علوم وفنون کی بیشمار خدمات سرانجام دی ہیں، اخلاق، فیاضی، اور مردانگی ہمیشہ ان کی قومی خصوصیات رہی ہیں انھوں نے ہندوؤں کی طرح اشاعت علوم میں کبھی بخل نہیں روا رکھا ہمیشہ بنی نوع انسان کی تعلیم وتربیت کی فکر میں رہے ہیں " (اخبار وکیل مورخہ ۲۶؍ ۲ ؁)۔

جناب سردار بھاگ سنگھ صاحب بسو بیدار اپنے ایک مضمون میں گورونانک صاحب کی توحید اور اقرار رسالت پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں " مندرجہ بالا حوالہ جات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گورونانک دیوجی حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل وجان سے معتقد تھے اور انھیں خدا کا رسولؐ اور اپنا مرشد ہادی سمجھتے تھے ان حقائق کے منکشف ہو جانے کے بعد کوئی سکھ جو گورونانک دیوجی کا معتقد کہلاتا ہے یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر گورونانک دیوجی چودھویں صدی کا چاند ہیں تو رسول پاک (حضرت محمد صاحب) سورج ہیں۔ گوروجی نے نور علم وعرفان حضرت محمد (صلعم) سے حاصل کیا ہے "

اور یہی سردار صاحب گرونانک صاحب کی زیارت مدینہ طیبہ اور عقیدۂ نماز پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں " ان حوالہ جات

کو دیکھکر ہر انصاف پسند انسان بلالیت ولعل یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ سری گورو نانک دیوجی مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کے سچے شیدائی تھے۔ انھوں نے جو بزرگی حاصل کی وہ سب حضرت محمد صلعم کے فرامین پر عمل کرنے سے حاصل ہوئی اب جسکو سیدھی راہ چلنے کی تمنا ہو وہ حضرت محمد (صلعم) کی بتائی ہوئی شاہراہ پر چلیں اور سورگ میں پہنچیں۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جنھوں نے اپنی زندگی ایک یتیم کی حیثیت سے شروع کی تھی) نے دنیا میں ظاہر ہو کر ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا جس کے مقابلہ میں ہمیں گذشتہ اور موجودہ دور میں کوئی سیاسی مذہبی یا معاشرتی انقلاب نظر نہیں آتا۔ وہ جب مبعوث ہوئے تو دنیا میں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ظلمت ہی ظلمت تھی۔ ان کی عمر بہت کم۔ اور کام بہت بڑا۔ جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں ان کی لائی ہوئی تعلیمات صرف عرب اور قریب کے دیگر ممالک میں محدود رہیں۔ مگر ان کے متبعین اور پیروؤں نے ان کی تعلیمات کی تبلیغ اسقدر جوش۔ ہمت۔ ولولہ اور دانشمندی سے کی کہ تھوڑے ہی دنوں میں دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے جہاں فاتح کی حیثیت سے گئے۔ مفتوحہ ممالک نے بسر و چشم ان کے پیغام کو قبول کیا اور مسلمان ہو گئے۔ لیکن جہاں فاتح کی حیثیت سے نہیں بلکہ سیاح تاجر یا اور کسی حیثیت سے گئے۔ وہاں بھی انھوں نے انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ جو قومیں اس سے دور دور اور متنفر رہیں وہ بھی کبھی نہ کبھی اس کے قدموں پر جھکی ہوئی۔ نذر عقیدت پیش کرتی ہوئی نظر آئیں۔ ہندوستان میں مسلمان سب سے پہلے تاجرانہ و سیاحانہ طریقہ سے آئے۔ ضمنی طریقہ پر انھوں نے تبلیغ کا کام بھی کیا جس کا اثر بھی ہوا۔ مگر کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد وہ فاتحانہ حیثیت سے مگر اس وقت آئے جب ان میں اضمحلال پیدا ہو چکا تھا۔ ان کے تمدن و تہذیب انتہائی عروج پر پہنچ کر زوال پذیر ہو رہے تھے اس وقت قیادت و سیادت کی عنان متمدن و مہذب عربوں کے ہاتھ سے نکلکر تاتاریوں کے ہاتھوں میں جا چکی تھی۔ لیکن اس وقت بھی مسلمانوں میں معاشرت و تمدن میں انقلاب پیدا کرنے کے خصائص موجود تھے۔ ہندوؤں کو ان کے میل جول اور تعلقات کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کی برتری معلوم ہوئی اور اسی وقت سے ہندو مصلحین کا وجود ہمیں نظر آنے لگا۔ کبیر۔ چینیہ بلبھہ آچاریہ۔ سنت تکارام۔ رامانند وغیرہ اسی عہد کے پیداوار ہیں۔ لیکن ان سب کی تعلیمات ان کے انتقال کے بعد ہی یا زیادہ سے زیادہ چند سالوں کے بعد ختم ہو گئیں لیکن جب انگریزی دور شروع ہوا۔ انگریزی تعلیم عام ہو گئی اور اس کی وجہ سے طبیعتوں کا جمود و خمود جاتا رہا تو اس زمانہ کے مصلحین کی آوازوں کی اہمیت کا احساس ہوا۔ حالات سازگار ہونے کی وجہ سے یکے بعد دیگرے توحید۔ تبلیغ۔ مساوات۔ عورتوں کے حقوق۔ طلاق۔ خلع۔ وراثت۔ نکاح بیوگان۔ صغرسنی کی شادی کی اصلاح۔ بندش شراب۔ روزہ۔ تحدید سود۔ وغیرہ جیسے اہم مسائل لیکر اپنے مذہب کی خامیوں کو دور کیا گیا۔ تین اہم اور زبردست انقلاب پیدا ہوئے۔ یہی گورونانک مذہب (سکھ دہرم) پنڈت دیانند کا مذہب آریہ سماج۔ راجہ رام موہن کا مذہب برہمو سماج۔ جو ابھی تک زندہ اور ترقی کر رہے ہیں اس کے علاوہ اصلاح کی جو انفرادی کوششیں ہو رہی ہیں وہ سب کی سب اسلام ہی کی مرہون منت ہیں۔ مہاتما گاندھی کی تعلیم کی جان کیا ہے! ان کے پیغام کی روح کیا ہے؟ یہی نا کہ چھوت چھات مٹا دو یہ بری چیز ہے۔ مساوات برتو۔ نمک پر ٹیکس نہ لگاؤ۔ شراب بند کرو۔ کھدر پہنو۔ آزادی حاصل کرو۔ مگر دیکھو کہ ہندو دہرم میں ان چیزوں کا کہیں پتہ چلتا ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ بلکہ یہ سب چیزیں بھی اسلام ہی سے مستعار لی ہوئی ہیں۔ الغرض اسلام نے ہندوستان پر لازوال اور بہت زبردست احسانات کئے ہیں جن کا شکریہ کبھی بھی اور کسی حالت میں نہیں ادا کیا جاسکتا

آخر میں میں وہی کہونگا جو۔ ایم۔ این رائے نے کہا ہے کہ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اسلام کی تاریخی عظمت اسکی تعلیم کی اہمیت و وقعت اور اس کے تمدن کی ہمہ گیری کو ہندو مسلمان دونوں سمجھیں۔ کیونکہ اس کے بغیر دنیا و آخرت میں نجات کی کوئی صورت نہیں۔ اور ترقی کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کو اس طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ انھیں کی بے علمی کی وجہ سے آج اسلام ہندوستان میں ناکارہ مذہب بنا ہوا اور ناقابل التفات سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ اس کو فعال و زندہ مذہب کہہ سکیں گے اور اسی طرح ان کی روح میں وہ جِلا و نور پیدا ہو جائیگا۔ جس نے صحابہ کرام اور قرن اول کے مسلمانوں میں پیدا ہو کر تمام عالم کو اپنی تابانی و درخشانی سے بقعہ نور اور انوار الٰہی کا مہبط بنا دیا تھا۔ اللہم وفقنا لما تحب و ترضیٰ

حج سے آیا ہے کوئی لیکے پیامِ دل خیز

محدث کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم اپنے ناظرین کو بتا چکے ہیں کہ محترم جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور کی اہلیہ محترمہ باوجود اپنے بڑھاپے اور جسمانی کمزوری کے بھی اس سال دوبارہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لیجارہی ہیں آپ کے ساتھ میں آپ کے دو نوعمر اور نوخیز پوتے (یعنی آپ کے بڑے لڑکے جناب حافظ فضل الرحمٰن صاحب کے صاحبزادے) بھی تھے۔ آج ہم بیحد مسرت اور دلی شادمانی کے ساتھ اپنے ناظرین کو یہ خوشخبری سنا رہے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ اس سعادت سے بہرہ اندوز ہو کر خیر و برکت، عافیت و راحت کے ساتھ آپ براہ کراچی ۲۲ مارچ ۳۹ء بروز بدھ کو پھر دہلی واپس آگئی ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

ہم تمام متعلقین مدرسہ اور عملۂ "محدث" کی طرف سے آپ اور نیز آپ کے دونوں نوجوان پوتوں کی خدمت میں نیازمندانہ ہدیۂ **مبارکباد** پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تادیر آپ کا بزرگانہ سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

(ایڈیٹر)